

اسلام میں مسئلہ ملکیت زمین

علاء الفاسی ترجمہ محمود احمد غازی

فقہاء ملکیت کی تعریف میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مال یا باقیت شے ہے جس سے کسی فرد کو کسی شانہ بہ حرمت کے بغیر شرعی انتفاع کا حق حاصل ہو، انفرادی ملکیت عموماً یا تو حقوق ذاتی یا پھر حقوق ذمہ داری کی وجہ سے وجود میں آتی ہے، املاک جائیداد منقولہ اور جائیداد غیر منقولہ (عقارات) میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اس تقسیم سے بہت سے عملی فوائد حاصل ہوتے ہیں، خواہ ان کا تعلق ملکیت، قابلیت ملکیت، رہن، استحقاق اور انتظامی امور سے ہو یا دیگر فرق پیدا کرنے والے امور سے جو کاہنڈگرہ فقہاء نے بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جائیداد غیر منقولہ (عقارات) ایکستقل بالذات شے ہے جو نہایت سہولت سے پہچانی جاتی ہے اس کے برعکس جائیداد منقولہ ہمیشہ مختلف اور درگزگوں ہوتی رہتی ہے، اس کے علاوہ جائیداد غیر منقولہ (عقارات) کی اقتصادی اہمیت کی وجہ سے بھی دیوانی قانون (Law) میں اسے جائیداد منقولہ پر فو قیت حاصل ہے۔ یہ صورت حال اس وقت تک قائم رہی جب تک شرکتوں (COMPANIES) کی تنظیم اور مالی حصص (SHARES) کے درجہ میں آئے سے جو جائیداد منقولہ شمار ہوتے ہیں۔ دولت میں وہ تنظیم اثاثان تغیر و نہاد ہو گیا جس کی وجہ سے جائیداد منقولہ کی قیمت و اہمیت جائیداد غیر منقولہ (عقارات) سے بڑھ گئی۔

چنانچہ دیوانی قانون کے طرزِ فکر میں ملکیت کی ان دونوں قسموں کی اقتصادی حیثیت بدل جانے سے ایک گونہ تبدیلی رونما ہو گئی ہے، اسلام نے اس تبدیلی کو فراہول سے ہی زکوٰۃ کے قوانین نباتے وقت محسوس کر لیا تھا، چنانچہ زکوٰۃ کا نظام جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں وقوع پذیر ہونے والی جملہ تبدیلیوں کا ساتھ دیتا ہے، اور یہی وہ برتری ہے جس سے اسلامی اقتصادی فکر کی ہمکرگیری اور اس میں ہر دور کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت کا علم ہوتا ہے۔

اسلامی قانون مرجودہ دیوانی قانون کی اس تقسیم کو تیدیم نہیں کرتا جس کی رو سے جائیداد و املاک لے چونکہ یہ مقالہ زمین سے مخصوص ہے لہذا اس میں جائیداد و املاک زمین ہی کے لئے مستعمل ہے۔

کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

- ۱- طبیعی املاک و جائیداد۔
 - ۲- تینیںی و تخصیصی املاک و جائیداد۔
 - ۳- اقلاری جائیداد و املاک۔
 - ۴- احکامی یعنی حکومت کے قوانین کی کسی خاص دفعہ کے تحت ہونے والی املاک و جائیداد۔
- اسلامی قانون کی رو سے تمام اموال کی دو قسمیں ہیں :-
- ۱- جائیداد غیر منقولہ (عقار) اور اس کے متعلقات و ملحقات جو جائیداد غیر منقولہ ہی کے حکم میں ہوں گے۔

۲- جائیداد منقولہ اور اس کے متعلقات و ملحقات، یہ بھی جائیداد منقولہ ہی کے حکم میں ہوں گے۔ اس تقسیم کی رو سے زمین، اس کے اندر پوشیدہ ذینے، اس سے والستہ کھیتیاں، درختوں پر لگے ہوئے پھل، یہ تمام چیزیں جائیداد غیر منقولہ کے حکم میں ہیں، جب کہ درختوں سے جدا کئے ہوئے پھل اور کاشتی ہوئی کھیتی جائیداد منقولہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

شے مملوکہ کا مالاک کبھی ایک فرد ہوتا ہے اس صورت میں اسے شخصی یا انفرادی ملکیت ہے جا جاتا ہے اور کبھی ایک سے زائد جوں کا نام شرکت ہے۔ انفرادی مالاک کبھی حقیقی ہوتا ہے اور کبھی ا عتمداری جیسے بیت المال یا حکومت وغیرہ، کبھی ملکیت ایک پوری جماعت میں ہوئی ہوتی ہے تو اسے سرکاری یا اجتہادی ملکیت کہا جاتا ہے۔

اس مختصر و بخت سے کہم اصولی طور پر اسلام میں ملکیت زمین و جائیداد غیر منقولہ کا مسئلہ طے کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ تباہا چاہتے ہیں کہ املاک و جائیداد اپنے مفہوم کے لحاظ سے انفرادی ملکیت یا جماعتی ملکیت یا حکومتی ملکیت ہو سکتی ہے، یہ اسلامی قانون کا ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کی تفصیلات بیان کرنے کا یہ وقت نہیں، اس کے لئے فقر کی کتابوں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

جائیداد غیر منقولہ بالخصوص زمین کی ملکیت کے مسئلہ میں اسلامی فتوحات کے دوران ایک بڑی تبدیلی رونما ہوئی، اب زمین کی تقسیم اس حیثیت سے ہونے لگی کہ اس پر جاری ہونے والے احکام میں حکومت کا مقابلہ نظر رہتا ہے یا مسلم عوام کا، اس ضمن میں خلفاء نے اس اصول کا شدت سے خیال رکھا کہ دولت اور املاک منقولہ و غیر منقولہ مسلمان فاتحین کی، ہی ایک چھوٹی سی جماعت کے ہاتھ میں جبکہ زمین

ملو یعنی دو یا دو سے زیادہ مالکوں کی مشترکہ ملکیت۔ ۷۰ یعنی عوام کی یا قومی ملکیت۔

پائیں۔ عبد اللہ بن قیس الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ جا بیہ پہنچے تو انہوں نے وہاں کی زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کا ارادہ لٹا ہر کیا، حضرت معاذؓ نے عرض کی کہ اگر آپ ایسا کر بیٹھئے تو بخدا وہ صورت حال سامنے آئے گی جو آپ کو ناپسند ہو گی، اگر آپ آج اس زمین کو تقسیم کر دیتے ہیں تو اس کی جملہ امنی لوگوں کے قبضے میں چلی جائے گی، پھر ان کے مردنے کے بعد ہو سکتا ہے کہ یہ اراضی ران کے خاندان کے) ایک فرد۔ ہر دیا عورت۔ کے تصرف میں آجائے، اور ان کے بعد جو لوگ اسلام کا دفاع کریں گے انہیں کچھ نہ مل سکے گا۔ اس نئے آپ کوئی ایسا حل تلاش کریں جو انہوں اور پچھلوں سب کے لئے مضید ہو۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کے اس ناصحانہ مشورے کو اسی لئے قبول کیا کہ یہیں تمام مفتوحہ اراضی ایک مختصر سی اقلیت کے ہاتھ میں جمع نہ ہو جائے اور بعد میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ یا گنتی کے چند ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہے اور بقیہ مسلم عوامؓ ان کے مقابلہ میں تنگ و تی کی زندگی بسر کرتے رہیں۔

بلاشبہ یہ بڑی مقدار میں دولت کے شخصی ملکیت میں آنے کا راستہ بند کرنے کے لئے ایک صحیح فکر تھی یہیں ارتکازِ دولت جس کی وجہ سے دنیا بھر میں ناداری پھیلی ہوئی ہے۔ امام ابو عبدیل کتاب الاموال میں بالائیہ المیتی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے سواد عراق فتح کر دیا تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ سواد کی یہ زمینیں ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ پھر تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کو کیا ویا جائے گا؟۔

ان ہی وترہ کی پناپر خلافاً یہ اسلام نے مسلمانوں کی مفتوحہ اراضی کو مختلف اقسام میں منقسم کیا۔ اس تفصیل کو ہم یہاں پندرہ ہوی صدی شمسی کے مشہور عالم تاضی ابو یعلی عسلی کی کتاب لاحقۃ السلطانیۃ سے شیخ ابوالحسن علی البخاری المادری کی اسی کے ہم نا آنکتاب سے مقابلہ کے بعد قدسے تصرف و اضافہ سے پیش کرتے ہیں:

مسلمانوں کی مقبوضہ اراضی کو علماء نے تین قسموں میں منقسم کیا ہے:

(۱) قسم اول:- وہ اراضی جن کو شکر کشی اور جنگ سے (عنود) فتح کر کے اسلامی ملکیت میں شامل کیا گیا ہو، اور اس کے اصل مالکان مارے یا قید کئے گئے ہوں یا جلاوطن کر دیئے گئے ہوں۔ اس قسم کی اراضی کے متعلقہ بعد روایتیں ہیں جنہیں عبد اللہ بن قیس اور جنگ سے (عنود) فتح کر کے اسلامی ملکیت میں شامل کیا گیا ہے، ایک یہ کہ ان کو دوسرے تمام احوال کی طرح غیرمکمل قرار دے کر غائبین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، الایہ کہ غائبین رضا کا لازم اس سے وست بردار

ہو جائیں تب یہ اراضی عامۃ المسلمين کے مقام اور ان کی بہبودی کے لئے وقف کر دی جائے گی۔ درست یہ کہ سر برلن ملکت (یا حکومت) کو اختیار ہے کہ مناسب سمجھنے تو غانمین کے درمیان تقسیم کر دے، اس صورت میں یہ زمین عذری ہوگی اور اگر مناسب سمجھے تو تمام مسلمانوں کے لئے روک رکھے، اس زمین میں مسلمان سکونت اختیار کر لیں یاد ہاں مشرکوں کو ہی بحال رکھا جائے، ہر دو صورتوں میں یہ دارالاسلام ہوگی، امام احمد کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زمین مخفی فتح ہو جانے سے مسلمانوں کے لئے وقف نہ ہوگی تاوقیکہ حکومت کی طرف سے باضابطہ اعلان نہ کیا جائے، امام موصوف ہی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ فتح ہوتے ہی وقف ہو جائے گی۔ لیکن امام مالک کی رائے ہے کہ غنیمت میں ملت کے ساتھ ہی یہ زمین وقف ہو جائے گی اور اسے غانمین کے درمیان تقسیم کر دینا جائز نہیں ہوگا، اور جب یہ زمین وقف ہو جائے خواہ مخفی سلطنت کی پناپر یا باقاعدہ اعلان کے بعد تو اس کو فرونخت کرنا یا اسکن رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ حکومت اس زمین پر خراج عائد کر دے گی جو اصل زمین کا کہا ہے ہوگا، یہ خراج اس زمین پر کام کرنے والوں سے وصول کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہوں یا معاویہ۔ اس زمین سے وصول ہونے والے خراج اور اس میں لگائی جانے والی کھیتی اور چیزوں پر عائد کردہ عشر کو بجا کیا جائے گا، ہاں اگر قبضہ کے وقت بھی اس زمین میں کھجور کے درخت ہوں تو وہ بھی وقف شمار ہوں گے اور ان پر عشر عائد نہیں ہوگا بلکہ حکومت اس پر خراج عائد کرے گی، اس طرح کی وقف شدہ زمینوں کی کھیتی پر عشر اور خود زمین پر خراج عائد کیا جائے گا۔

(۲)۔ مفتوحہ اراضی کی درستی قسم وہ ہے جو لیبرز محنت و لشکر کشی کے فتح ہو جائے ایسی زمین سے اگر دشمن خوف کی وجہ سے چلا جائے تو یہ وقف ہو جائے گی، بعض علماء کی رائے میں حکومت کے باقاعدہ اعلان ہی سے ایسی زمین وقف ہو سکتی ہے۔ امام احمد کی عبارت سے متر شیع ہوتا ہے کہ (مخفی اخلاق ہی سے) یہ زمین وقف ہو جائے گی۔

(۳)۔ تیسرا قسم ان اراضی کی ہے جن پر مسلمانوں کو صلح کے ذمیٹے قبضہ حاصل ہو اور شرط یہ ہو کہ زمینیں وہاں کے اصل باشندوں کے تصرف میں رہیں گی اور وہ مقررہ خراج ادا کرتے رہیں گے، ایسی زمین کی درستیں ہیں:

(۱) ایک وہ جس کے متعلق یہ شرط طے پائے گر اس زمین کے اصل مالک مسلمان ہوں گے،

اور اس کی خرید فروخت اور زہن جائز نہیں ہو سکا۔

(ب) دوسری قسم وہ ہو گی جس کے مالک صلح ہی اس شرط پر کریں کہ ہماری زمین ہماری ملکیت میں رہے گی اور اس پر مقررہ خراج عائد کر دیا جائے جسے وہ باشندے ادا کرتے رہیں، یہ قسم جزیرے کے حکم میں ہے۔

زمینوں کی اس تقسیم سے ہم یہ تسلیح اخذ کرتے ہیں کہ آج تمام عالم اسلام میں پانی جانے والی زمینیں دو قسم کی ہیں:

۱ - وہ زمینیں جو انفرادی ملکیت میں ہیں (۲)۔ وہ زمینیں جو عامۃ المسلمين کی ملکیت ہیں۔ مختار الذکر قسم وقف کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کالین دین جائز نہیں اور حکومت وقت یا سربراہ مملکت کی حیثیت اس وقف کے محافظ و نگران کی سی ہو گی جس پر اس کسی قسم کے مالکان حقوق حاصل نہیں تاہم اس کی آمد فی کا انتظام اور مسلمانوں کے منادر و مصالح میں اسے خرچ کرنے کی اصل ذمہ داری اُسکی کی ہوگی۔ المادر دی نے اپنی کتاب "الاحکام السلطانية" میں لکھا ہے: "یہ آمدنیاں مفاؤع عامہ مثلًا فوج کو مضبوط بنانے، راستوں، پلوں اور مسجدوں کی تعمیر نیز دیگر اداروں کے قیام میں خرچ کی جائیں گی۔" مادر دی مزید لکھتے ہیں کہ ان زمینوں کا فروخت کرنا ممکن نہیں ورنہ ان سے ملنے والی آمدنیاں اور منافع ختم ہو جائیں گے، ہاں اگر ان زمینوں پر کوئی عمارت یا درخت غیرہ ہوں تو وہ فروخت کئے جاسکتے ہیں۔

جب ہم صورت حال کا محاузہ کرتے ہیں تو ہم اسلامی مالک کی بیشتر اراضی، عامۃ المسلمين کی اجتماعی ملکیت کے قبیل سے پاتے ہیں، چنانچہ اس اعتبار سے ہم عالم اسلام کی زمینوں کو تین قسموں میں بانٹ سکتے ہیں: ۱ - حرم - ۲ - حجاز اور ۳ - باقی تمام زمینیں۔

مکہ اور مدینہ (حرم) کی اراضی کی حرمت سے متعلق خصوصی احکام سے علماء واقفہ، ہیں۔ مکہ کے گردوں کے باسے میں اختلاف ہے کہ وہ فروخت کئے جاسکتے ہیں یا نہیں، یہ اختلاف اُسی اختلاف پر مبنی ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا یا صلح سے۔

جہاں تک حجاز کا تعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فتح کے باسے میں خصوصی حیثیت رکھتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات پر مشتمل ہے، اس کی اصل ملکیت ناقابل انتقال ہے، اس کی یہداوار و آمد فی کو خصوصی حیثیت حاصل ہو گا اور وہ

مفاد علمہ میں خرچ کی جائے گی۔ دوسری قسم میں آپ کے صدقات کے علاوہ تمام اراضی عشری ہیں کیونکہ وہ ان دو صورتوں میں سے ایک ہے یا تو غیرت جس کے باخندوں پر قبضہ ہو گیا یا ایسی متروکہ زمین جس کے باخندوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حُرم اور حجاز کے علاوہ تمام اسلامی دنیا کی اراضی کو ہم چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں،

۱۔ وہ اراضی جن کے مالکان نے اسلام قبول کر لیا ہو۔

۲۔ وہ اراضی جن کو مسلمانوں نے آباد کیا ہو۔

۳۔ وہ اراضی جن کو غامیں نے فوجی قوت سے حاصل کیا ہو۔

۴۔ وہ اراضی جن کے مالکان سے صلح ہو گئی ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری ارضی کا بڑا حصہ یا فوجی قوت سے حاصل ہوا ہے یا صلح کے ذریعے، لہذا یہ سب مسلمانوں کے لئے فتنے ہے لیعنی عامۃ المسلمين کے لئے وقف ہے۔ جس کے منافع میں تو تصرف کیا جاسکتا ہے لیکن اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ لیعنی انفرادی ملکیت میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

نقہاں نے جب جائیداد کے احکام و اقسام اور جائیداد کو ان کی زمینوں کی ملکیت کے ساتھ ریٹھے جانے کے جاز و عدم جواز کے بارے میں پیدا ہونے والے اختلافات بیان کئے تو انہوں نے خواجی زمین کو اس سے مستثنی کر دیا کیونکہ خواجی زمین کا مالک بن اکر کسی کو جائیداد دنیا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسی زمین کی دو ہی قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک قسم تو وہ جو وقف ہوتی ہے اور اس سے جو خراج و صول کیا جاتا ہے وہ زمین کا کراہ ہوتا ہے۔ وقف کی زمین کو کسی شخص کی ملکیت میں نہ جائیداد ہے کے ذریعے دنیا جائز ہے نہ فروخت کے ذریعے۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے جو کسی کی ملک ہو اور اس کے خراج کو حکومت جزیرہ کے طور پر وصول کرے، تو ایسی ملکوں کی زمین کا کسی کو جائیدار کے طور پر دے دنیا جائز نہ ہو گا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو زمینیں عامۃ المسلمين کی ملکیت ہیں ان کے باسے میں کسی حاکم کو یہ حق حاصل نہیں کر سکتی کہ فرد یا جماعت کی ملکیت میں دے کر جائیدار کے طور پر پخش دے۔ اس لئے کہ

یہ زمین صرف موجودہ مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ بعد میں آنے والے مسلمان بھی اس سے انتفاع میں شامل ہیں۔ اس زمین کا حکم وہ ہے جو انفرادی ملکیتوں کا ہوتا ہے کہ انھیں ان کے اصل مالکوں سے چھین کر دوسرے کو بطور جائیگر شخص دینا جائز نہیں۔

جائیگر کے طور پر صرف وہ غیر آباد زمین ہی عطا کی جاسکتی ہے جس میں ملکیتی تغیر ہو نہ اس پر کسی کی ملکیت ثابت ہو، اس قسم کی زمینوں کے باسے میں حکومت کو اجازت ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو ان زمینوں کے قطعات دے دے جو اس کو آباد کر سکیں، اس صورت میں اس قطعہ زمین کو آباد کرنے کا اولین حق اُسی شخص کا ہو گا جسے وہ قطعہ دیا گیا ہے۔ حکومت یہ بھی کر سکتی ہے کہ کسی مصلحت حامل کے پیش نظر اسے جمی قرار دے دے، اس صورت میں یہ سرکاری ملکیت ہو گی۔

آباد زمینوں کے باسے میں فقہاء کے ہاں کچھ تفصیلات ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ وہ زمین جو عوامی ملکیت سے تعلق رکھتی ہو کسی کو کلمہ یہ پڑھیں دی جاسکتی جسے فقرے میں خراج کہا جاتا ہے چہ جائیکہ وہ زمین جو کسی حقیقی یا محکم فرد کی شخصی اور ذاتی ملکیت ہو۔

اس بحث سے ہمارے لئے یہ نتیجہ نکال لینا آسان ہے کہ مسلم خلفاء نے اپنی پوری گوششیں انفرادی ملکیت سے منع کئے لیجیا اس اصر پر مرکوز رکھیں کہ غیر متشدد ان طریقوں سے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ملکیت زمین کے ارتکاز کو روکنیں نیز یہ کہ ذرائع پیدا کر شیر آمدی اور عامۃ المسلمين کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع کا باعث بنیں۔

البته یہ حقیقت ہے کہ ان کے بعد آنے والے ارباب حکومت سلف کی طرح ان اعلیٰ ترمیں مقاصد کے حصول میں مخلص نہ رکھتے۔ تا آن کہ ملکیت کی مختلف اقسام آپس میں خلط ملٹ ہو گئیں اور حلال و حرام کا امتیاز نہ رہ۔ اور حکومتی و انتظامی پہلوؤں کی طرح معاشی پہلو بھی افزالتفری کا شکار ہو گی۔ اس لئے ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم اصلی اسلام کی طرف صحیح معنوں میں وحیع کر سکیں تا و تفکیک ہم عمومی دولت کی تقسیم اور ملکیتوں کے معاملات پر نظر ثانی کر کے ان کو ایسی نئی نبیادوں پر قائم نہ کریں جو دین محمدی کے اصول و قواعد سے پوری طرح ہم آہنگ ہوں جو اپنی اجتماعی روح کی وجہ سے منماز ہیں اور جن کی نفیر دوسرے ادیان میں ملتا ممکن نہیں۔

